Al-Qalam القلم
p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:26, Issue:1, 2021, pp. 21-46

فتح الباری اور عمدۃ القاری میں مباحث علوم قرآنیہ کا تجزیہ وتقابل

A Research work and analytical Study of the Quranic subjects discussed in Fath ul Bari and UmadtulQari

Hafiz Muhammad Khalid *(corresponding author)*
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore, Pakistan
Email: hmkhalid.pu@gmail.com

Prof. Dr. Tahira Basharat
Dean of Faculty, Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore, Pakistan

KEYWORDS:

HOLY QURAN,
FATH UL BARI, UMADT UL QARI, COMPILATION, HADITH, ABROGATED AND ABROGATOR.

Date of Publication:
26-06-2021

ABSTRACT

The research on analytical study regarding the subjects of Holy Quran, particularly in the light of Fath ul Bari and Umdatul Qari is an arduously task because both books being interpretations of Sahih Bukhari are also the interpretation of Hadith as well. It is fact that the subjects of Holy Quran are discussed in Fath ul Bari and Umadtul Qari frequently. It is so strenuous to compile the debated issues regarding the subjects of the Holy Quran because there is no discussion in this respect except 'Kitab ul Tafsir' in the respective books. In this research article, a comparative analysis of books of Allama Ibn-e-Hajar named 'Fatah-al-Bari' and book of Allama Badar ul Din Aini named Umdat ul Qari, with regard to the teachings of Holy Quran will be discussed. Despite this, debates of 14 types regarding the teachings of Holy Quran may be discussed in these books and mentioned in this research as well. Among the most popular and celebrated teachings, the historical context of the revelation, the teachings of Holy Quran, compilation of the Holy Quran, knowledge of Abrogated and Abrogator, the commandments of the Holy Quran, the similarity and ambiguity, the knowledge of seven letters and intonation of the Holy Quran are the most famous, which are discussed in these books in detail.

تاریخی طور پر علوم القرآن کتب حدیث کا ہی حصہ ہوتے تھے پھر بعد میں الگ کر کے ایک مستقل فن کی حیثیت سے شمار ہونے لگے اسی وجہ سے مباحث علوم القرآن کے حوالے سے اس تحریر میں فتح الباری اور عمدۃ القاری کے منہج اور اسلوب کو اس طرح بیان کیا جائے گا کہ یہ معلوم ہو سکے گا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری میں کس قدر علوم القرآن کی ابحاث موجود ہیں ساتھ ساتھ یہ عمل بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری دونوں بخاری کی شروحات ہیں تو حدیث کی شرح ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ابحاث علوم القرآن کو کس طرح بیان کیا اس میں ان کا منہج کیسا تھااور کون سے قواعد و ضوابط سامنے رکھ کر علوم القرآن کو بیان کیا گیا یہ نقطہ جدید دور کے ماہرین علوم القرآن کے لیے ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

فتح الباری اور عمدۃ القاری میں مباحث علوم القرآن:

درج ذیل میں دونوں کتابوں کے حوالے سے علوم القرآن کے متعلق ایک خصوصی مطالعہ پیش کیا جائے گا جس سے یہ بات واضح ہو سکے گی علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی وہ پہلے شارح حدیث ہے جنہوں نے حدیث کی شرح کے ساتھ علم التفسیر اور علوم القرآن پر بھی نئی جہات کا اضافہ فرمایاہے یہی وجہ ہے کہ حدیث کے حوالے سے جو مقام و مرتبہ فتح الباری اور عمدۃ القاری کو حاصل ہے وہی مقام مرتبہ علوم القرآن میں بھی ان کو حاصل ہے ۔ مثلاً کتب التفسیر کی شرح میں بالخصوص بکثرت علوم القرآن موجود ہے اور باقی جگہ بالعموم علوم القرآن کی مباحث پائی جاتی ہے مثلاً کتاب التفسیر کو ہی لے لیجئے جس میں بے شمار علوم القرآن اخذ ہوتے ہیں ذیل میں ان علوم کو ذکر کیا جاتا ہے جو فتح الباری اور عمدۃ القاری سے ماخوذ ہیں۔

- ★ علم فضائل قرآن
- ★ علم اسباب نزول
- ★ علم سبعہ احرف
- ★ علم وحی
- ★ علم جمع و تدوین قرآن
- ★ علم اعراب و لغات القرآن
- ★ علم تجوید و قراءت القرآن
- ★ علم بلاغت و اعجاز القرآن
- ★ علم تفسیر القرآن
- ★ علم احکام القرآن
- ★ علم ترتیب القرآن
- ★ علم محکم و متشابہ
- ★ علم ناسخ و منسوخ
- ★ علم سجود القرآن

یہ ۱۱۴ اقسام کے علوم ہیں جو فتح الباری اور عمدۃ القاری سے ماخوذ ہیں اور ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

علم فضائل قرآن:

قرآن پاک کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ تمام بنی نوع انسان کے لیے راہ ہدایت ہے۔ جن جن افراد نے اس سے تعلق جوڑا اسے اپنا دستور العمل بنایا وہ یقینا دنیا کی تمام سعادتوں سے ہمکنار ہو گیا اور جو اس سے غافل رہا وہ ذلیل و خوار ہوا۔ کیونکہ رب العزت کا ارشاد ہے: ولا تهنوا ولا تحزنو اوانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين(۱)۔ **رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:** "**مثل المؤمن الذی يقراء القرآن كمثل الترجه، ريحها طيب وطمعها طيب**"۔(۲) اس مومن کی مثال جو قرآن کریم پڑھتا ہے میٹھے لیموں (نارنگی) کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی میٹھا ہے۔ **جبکہ فتح الباری میں سورت فاتحہ کی فضیلت کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔** "**ذكر فيه حديثين احدهما حديث ابى سعيد بن المعلى فى انها اعظم سورة فى القرآن ولمراد بالعظم عظم القدر بالثواب المرتب على قرأة**۔(۳) قرآن مجید کی فضیلت کا دوسرا پہلو نزول سکینہ ہے کہ جب اس کلام الہٰی کی تلاوت کی جاتی ہے تو نزول سکینہ اترتا ہے اور نزول سکینہ سے مراد بادلوں کا سایہ فرشتوں کا نزول اور رحمت کا نزول ہے۔ **چنانچہ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں ارشاد فرماتے ہیں:** "**وفهم من الظلةانهاالسكينة و قال ابن بطال دل على ان السكينة كانت فى تلك الظلة و انها تنزل ابدامع الملائكه**۔"(۴) فرماتے ہیں کہ سایہ سے جو سمجھ آتا ہے وہ سکینہ ہی ہے اور ابن بطال کا قول بھی دلالت کرتا ہے قرآن مجید ایک ایسا کلام ہے جو سارے کلاموں پر فضیلت رکھتا ہے۔ **اس کو فتح الباری میں کچھ بیان کیا گیا ہے:** "**خيركم من تعلم القرآن و علمه ثم و فضل القرآن على سائر الكلام كفضل الله تعالىٰ علىٰ خلقه و ذلک انه منه**"(۵) جبکہ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں اس امت کو بھی باقی ساری امت پر وہی فضیلت ہے جو قرآن مجید کو سارے کلاموں پر ہے اور یہ ساری فضیلت قرآن کی وجہ سے ہے۔ **فرماتے ہیں:** **فضل هذه الامه علىٰ غيرها من الامم بالقرآن الذى امروا بالعمل به فا ذاثبت الفضل لا فضل فوقه**۔(۶) اس امت کی فضیلت باقی ساری امتوں پر قرآن کی وجہ سے ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے پس جب اس امت کی افضلیت کا یہ حال ہے تو قرآن کی فضیلت کا کیا عالم ہو گا۔

علم اسباب نزول قرآن:

علماء نے اس بارے میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہے ان میں سے سب سے پہلی تصنیف علی بن مدینی کی ہے۔ جو امام بخاری کے شیخ ہیں۔ مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اسباب نزول کا اہتمام کیا ہے اس کی تعریف کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:۔"**معرفةسبب النزول تعيين على فهم الآية فان العلم باسبب يورث العلم بالسبب** (۷) سبب نزول کی معرفت کا تعین آیات کے فہم پر مبنی ہے کیونکہ بے شک سبب کو جاننا یہ سب کے موجود ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اور فتح الباری اور عمدۃ القاری میں اسباب نزول کی ابحاث متعدد آیات اور سورتوں کے ماتحت بیان ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ بدر الدین عینیؒ نے متعدد مقامات پر تفصیلا شان نزول اور اسباب نزول کو بیان کیا چند مثالین درج ذیل ہیں: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (۸) **اس آیت کے شان نزول کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:۔** "**قد كان عمر يعد نزول آيه الحجاب**"(۹) تحقیق حضرت عمر اس آیت حجاب کے نزول کا ذریعہ ہے۔

جبکہ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں ارشاد فرماتے ہیں:۔ "**قلت اسباب نزول ايةالحجاب تعددت وكانت قصه زينب اخرهاللنصعلى قصتها فى آية**(۱۰) گویا کے اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں دونوں حضرات کا اختلاف ہے فتح الباری کے نزدیک اس آیت کا سبب نزول حضرت عمر ہے جبکہ عمدۃ القاری کے نزدیک قصہ زینب بنت جحش ہے۔

ایک اور آیت ہے جس کے سبب نزول کے بارے فتح الباری اور عمدۃ القاری کے درمیان اختلاف ہے وہ فرمانِ خداوندی ہے:
''یاایھا لذین امنو لا تقدمو بین یدی اللہ و رسولہ''(۱۱) اس آیت کے شان نزول کے بارے میں فتح الباری اور عمدۃ القاری دونوں میں قدرے اختلاف ہے عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔**واعلم ان هٰذه الاية الكريمةنزلت فى ثا بت بن قيس** ۔(۱۲) گویا کہ عمدۃ القاری میں اس آیت کا شان نزول حضرت ثابت بن قیس ہے جبکہ فتح الباری میں اس آیت کا شان نزول تھوڑا سا اختلاف کے ساتھ موجود ہے وہ **لا تقدموا** اور **لا ترفعوا** دونوں کو ملا کر اس آیت کا سبب نزول بیان کرتے ہیں اور اس آیت کا سبب نزول اقرع بن حابس کو گردانتے ہیں۔(۱۳)

علم سبعۃ احرف:

علوم القرآن کی مباحث میں علم سبعۃ احرف کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس بارے میں علماء کے کافی اقوال ہے کہ سبعۃ احرف سے کیا مراد ہے اس احرف سے سے کون سے قبیلے کی زبان مراد ہے۔ سبعۃ احرف سے مراد لغات قرآن کی سات بولیاں ہے جو عرب قبائل کی لغت ہے جن پر نزول قرآن ہوا۔ ان قبائل میں قریش، ہذیل، تمیم، ازر، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر شامل ہیں۔ سبعۃ احرف سے مراد یہ سات قبائل ہیں۔ ابتداء میں سات لغات پر پڑھنے کا جواز تھا مگر بعد میں قرآن کو ایک لغت پر کر دیا گیا۔ اس وقت سبعہ لغات کی ضرورت باقی نہ رہی لہذا مصحف عثمانی پر اکتفاء کیا گیا اور یہ اجماع صحابہ تھا کہ قرآن کو لغت قریش پر بامر نبوی رکھا گیا یا انتہائے حکم یا انتہائے علت کی شکل تھی جیسے مؤلفۃ القلوب کو عہد نبوی ﷺ میں زکاۃ دی جاتی تھی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں ختم کر دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔: قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ۔ (۱۴) یہی وجہ ہے کہ جو آیتیں منسوخ ہو گئی ہے یا جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہیں ان کے الفاظ قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ اعجاز میں ہم سر نہیں بلکہ کم ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو باقی رکھنے کا ارادہ ہی شروع سے نہ تھا۔ یہ سات حروف تا قیامت نہ صرف باقی رہیں گے بلکہ ان کے معانی و مفاہیم اور طرق ادا بھی محفوظ و مامون رہیں گے۔ سبعۃ احرف پر مختلف اقوال اور مختلف رائے ہیں بعض کے نزدیک ایک یہ مشتبہات میں سے ہے اور بعض کے نزدیک سبعہ کا لفظ بول کر اکائیوں میں کسی شی کا کثیر التعداد ہونا مراد لیا گیا ہے۔ فتح الباری میں مذکور ہے ہر گز مراد نہیں کہ ہر کلمہ یا ہر جملہ کو اس سات وجہوں پر پڑھنا جائز ہے۔ یعنی صرف جس کلمے کو قرأتوں سے پڑھنا جائز ہے اسکی حد سات ہے اس سے زیادہ نہیں وہ فرماتے ہیں۔ **يجوزان يقرا بكل وجه منها وليس المرادان كل كلمة ولا جملة فيه تقرا على سبعة وجه بل المراد ان غاية ما انتهى اليه عدد القرأت فى الكلمة الواحدة الى سبعة(۱۵)** فتح الباری میں سبعۃ احرف سے مراد عرب کی وہ سات زبانیں مراد ہیں جو سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ ان میں ساری عرب کی بولیاں مراد نہیں بلکہ وہ سات مراد ہیں۔ جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھیں۔ ان میں سے سات ہذیل، کنانہ، قیس، اثیم، اسد بن خزیمہ، قریش، ان قبائل کی بولیاں مراد ہیں جو سب پر حاوی تھیں۔ (۱۶)

علم وحی:

لغت میں لفظ وحی مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے ان معانی کے درمیان قدر جامع اور قدر مشترک، مخفی، تفہیم، اور القاء ہے۔ لیکن اسلامی متون میں جب یہ لفظ مطلق اور بغیر قرینے کے استعمال ہو پھر اس کا اصطلاحی معنی خاص مراد

ہوتا ہے۔علامہ رشید رضاؒ تفسیر منار میں لکھتے ہیں:للوحی معنی عام یطلق علی عدة صور فی الاعلام الخفی الخاص المو افق لوضع اللغة وله معنی خاص(۱۷)۔جبکہ وحی کی تعریف لکھتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: كل مادلت به من كلام او كتابة او رسالة او إشارة فهو وحی۔(۱۸) ہر وہ چیز جو بول کر یا کتابت کے ذریعے ہو یا پیغام اور اشارہ ہو اس کو وحی کہتے ہیں۔جبکہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:هو كلام الله المنزل على النبي ۔(۱۹) ایسے کلام کو کہتے ہیں جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر نازل کیا ہو۔وحی کے بارے میں عمدۃ القاری میں مذکور ہے :والوحی أيضاً الإشارة والكتابة والرسالة والالہام،والكلام الخفی فكل ما القيته الى غيرك۔(۲۰) وحی کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اشارہ یا لکھ کر یا پیغام الہام اور خفیہ کلام سے کی جاتی ہے۔اور ہر اس چیز کو وحی کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی طرف پہنچائی جائے۔علامہ ابن حجر عسقلانی فترۃ الوحي کی مدت کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:ان مدة فترة الوحي كانت ثلاث سنين(۲۱) بے شک فترۃ الوحي کی مدت تین سال تھی۔علامہ ابن حجر کے نزدیک فترۃ الوحي سے مُرادوہ زمانہ تھا جو اقراء اور یا أيها المدثر کے نزول کے درمیان تھا اس سے مراد کوئی مخصوص تین سال نہیں تھے بلکہ وہ فرماتے ہیں: ليس المراد بفترة الوحي المقدره بثلاث سنين وهي ما بين نزول أقرأ و يا أيها المدثر عدم مجيء جبريل إليه(۲۲) علامہ ابن حجر عسقلانی کتابت وحی کے بارے میں مزید ارشاد فرماتے ہیں:هل عندكم شيء من الوحي الا ما في كتاب الله وله في الديات هل علمت شيئا من الوحي أشياء من الوحي خصهم النبي صلى الله عليه و سلم بها لم يطلع غيرهم عليها(۲۳) مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ وحی کا تعلق صرف اور صرف کتاب اللہ سے ہے کیونکہ وحی کا موجود ہونا کتابت کی شکل میں موجود تھا اسی وجہ سے تو پوچھنے والے نے سوال کیا کہ تمہارے پاس وحی ہے جو حیات کے بارے میں ہو اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی میں ہی لوگوں کے پاس وحی کتابت کی شکل میں موجود تھی۔علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب وحی کا نزول ہوتا تو پھر جبرئیل امین حضور ﷺ کے ساتھ دور کرتے تھے، فرماتے ہیں:إذا لقن الْوَحْي نَازع جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام الْقِرَاءَة وَلم يصير إِلَى أَن يُتمهَا مسارعة إِلَى الْحِفْظ وخوفا من أَن يتفلت مِنْهُ(۲۴) مزید آگے فرماتے ہیں:إِنَّمَا كَانَ بأمرين أَحدهمَا بِكَوْنِهِ فِي رَمَضَان وَالْآخر بملاقاته جِبْرِيل عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام ومدارسته مَعَه الْقُرْآن(۲۵) وہ فرماتے ہیں کہ دور دو قسم کا ہوتا تھا، ایک تو ماہ رمضان میں حضور

ﷺ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور کرتے تھے اور دوسرا جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ملاقات (وحی) کے وقت تا کہ قرآن کی حقانیت مزید پختہ ہو جائے۔ وحی کے نزول میں جبرئیل علیہ السلام کا دور کرنا بھی بڑی اہمیت کا حامل تھا۔

علم جمع وتدوین قرآن:

تدوین قرآن میں کتابت قرآن بہت اہم ہے۔ حضور ﷺ کے دور اقدس میں قرآن پاک کی کتابت شروع ہو چکی تھی۔ اس دور میں قرآن کھالوں پر، کھجور کی چھال پر اور ہڈیوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا۔ پھر حضور اقدس ﷺ نے خود قرآن کو لکھوایا جب آپ علیہ السلام نے مختلف بادشاہان کو دعوت اِسلام کے خطوط ارسال کیے تو اس میں بھی قرآن تحریر تھا۔ چونکہ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:**كتب رسول الله صلى الله عليه و سلم إلى الملوك وكتبه في القضايا(۲۶)** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطوط بادشاہان کی طرف ارسال کیے اُن میں قرآن پاک مذکور تھا۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:**أنه أرسل بكتاب النبي صلى الله عليه و سلم إلى هرقل مع عدي بن حاتم(۲۷)** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت کے بادشاہان کی طرف خطوط ارسال فرمائے اُن میں سے ایک خط عدی بن حاتم کے ذریعے سے ہرقل کی جانب روانہ فرمادی۔ ابن حجر عسقلانی جمع القرآن کا ارتقاء بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**وكان القرآن مكتوبا في الصحف لكن كانت مفرقة فجمعها أبو بكر في مكان واحد ثم كانت بعده محفوظة إلى أن أمر عثمان بالنسخ منها فنسخ منها عدة مصاحف وأرسل بها إلى الأمصار(۲۸)**۔ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قرآن کو یاد کرنا یا سیکھنا صرف اور صرف اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کو شوق تھا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان کو سیکھنے کا حکم دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نہ صرف قرآن کو یاد کیا بلکہ بڑے منظم انداز میں اُنہوں نے قرآن کو اپنے سینوں اور ظاہری اشیاء پر نقش کر کے رکھا اور یہ ذخیرہ پھر تدوین قرآن میں بہت کارآمد ثابت ہوا(۲۹) علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ویسے تو تدوین قرآن میں مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قرآن پاک کے مختلف حصوں کو تحریر فرمایا لیکن کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے باقاعدہ قرآن پاک کو مصحف کی شکل میں تحریر کیا۔ ان میں سے دو مصحف بہت مشہور ہیں جو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے مصحف بہت مشہور ہیں۔(۳۰) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی تالیف حضرت عثمان رضی

اللہ کی تالیف سے ذرا مختلف تھی۔ اُنہوں نے سب سے پہلے سورۃ فاتحہ کو رکھا پھر سورۃ نساء، پھر آل عمران اور یہ سب نزول ترتیب کے مطابق نہیں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصحف نزولی ترتیب پر تھا۔

علم اعراب و لغات القرآن:

اعراب سے مراد کسی بھی کلمہ یا جملہ کی بناوٹ اور اسکی ادائیگی کا طریقہ کار ہے اعراب القرآن کا فن علم نحو اور علم الصرف سے جڑا ہوا ہے کیونکہ یہ دونوں علوم قرآن فہمی کے مبادیات میں سے ہیں۔ نیز حضرت عمر کے حوالے سے مقدمہ ابن خلدون میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو کر آیت کریمہ "أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ" تلاوت فرمائی اور حاضرین سے تخوف کے معنی دریافت کرے۔ اس پر بنی ہذیل سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس آیت میں تخوف بمعنی تنقیص ہے۔ (۳۱) اعراب و لغات القرآن کے حوالے سے چند مثالیں مذکور ہیں: " قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا " (۳۲) اس آیت مبارکہ میں لفظ ''أُوتِيتُمْ'' پر بحث کیجاتی ہے کہ ''أُوتِيتَ''، فعل مضارع کی جگہ غائب کا صیغہ بھی استعمال ہوا ہے۔ علامہ بدرالدین اس حوالے سے اس کے بارے میں فرماتے ہیں: "يعني اوتوا بصيغة الغائب وليست هٰذا القراءة في السبعة لا في المشهورة"۔ (۳۳) کہتے ہیں کہ "اوتوا" غائب کے صیغہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے لیکن غائب کے صیغہ والی قرأت سبعہ میں نہیں نہ ہی مشہور قرأت میں ہے۔ اعراب میں جہاں تک لغات کی بات کی جاتی ہے تو وہاں پر بعض اوقات شاذ لغات بھی ہوتی ہیں، یعنی ان لغات کا وقوع بہت کم ہوتا ہے یا وہ کسی قاعدہ قانون کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس کی مثال درج ذیل ہے: لفظ (افك) اس کی مثال ہے۔ اس میں قرأۃ مشہور بھی ہے اور قرأۃ شاذہ بھی۔ " **قوله الإفك والأفك بمنزلة النجس والنجس أي هما في الاسم لغتان بكسر الهمزة وسكون الفاء وهي المشهورة**" (۳۴) اسی لفظ (**الإفك**) کی لغات کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: "**أنهما لغتان (الأولى) الأفك بكسر الهمزة وسكون الفاء كالنجس بكسر النون وسكون الجيم، (والثانية) الأفك، بفتح الهمزة والفاء معا كالنجس، بفتحتين (والأولى هي اللغة المشهورة)**" (۳۵) مزید فرماتے ہیں: "**قرىء في المشهور إفكهم بكسر الهمزة وسكون وقرىء في الشاذ أفكهم، بفتح الهمزة والفاء والكاف جميعا على أنه فعل ماض وقرىء أيضا و أفكهم بتشديد الفاء و آفكهم بمد الهمزة وفتح الفاء أي جعلهم آفكين و آفكهم بالمد وكسر الفاء**" ۔ (۳۶) وہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو لغات ہیں پہلی همزہ کے کسرہ کے ساتھ اور فاء کے سکون کے ساتھ ہے افک جیسے نجس نون کے کسرہ اور جیم کے سکون کے ساتھ اور دوسری (اَفَک) یعنی همزہ

اور فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے جیسے نجس پہلی لغت لغت مشہور ہے۔ **وذالك افكهم** کی لغات میں جو کہ اس آیت وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُون (۳۷) اس آیت مقدسہ میں لفظ **(افکھم)** کی چار لغات کا ذکر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے۔ جن میں عکرمہ، ابن عباس، ابن زبیر اور ایک شاذ لغت کا ذکر کیا ہے۔ ایک مشہور لغات کا بھی ذکر کیا ہے۔

علم قرأت القرآن:

علم القرأت سے مراد قرآن کے الفاظ کی ادائیگی اور اس میں موجود اختلافی تمام صورتوں کو ان کے راوی کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا علم القرات کہلاتا ہے۔ علامہ زرکشی فرماتے ہیں" قرآن الفاظ کا نام ہے اور قرات الفاظ قرآنی کے تلفظ کی طرزِ ادائیگی کا نام ہے لہٰذا تعدد قرأت سے کبھی بھی قرآن کے الفاظ کی تحریف لازم نہیں آتی۔"(۳۸) مصحف عثمانی کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں جو رسم الخط استعمال ہوا ہے، وہ عالمگیر تھا اور اسی کی بناء پر مکمل علم القراءت کی بنیاد کھڑی ہوئی لیکن خود اس کتاب اللہ کو نازل کرنے والے کے پیغمبر جن پر یہ کتاب اُتاری گئی، انہوں نے خود حضرت جبرئیل سے اس قرآن کو سیکھا۔ اس معاملے پر علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:"و **كان النبي عليه السلام في ابتداء الأمر اذا لقن القرآن نازع جبرئيل القراءة ولم يصير حتي يتمها مسارعة إلي الحفظ**"(۳۹) علامہ بدر الدین حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حضور سے قرأت قرآنی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:"**إذا لقن الوحي نازع جبرئيل عليه السلام القرأة** (۴۰)"**إنما كان أمرين، أحدهما بكونه في رمضان والآخر بملاقة جبرئيل و مدارسته معه القرآن**"(۴۱)

علامہ بدرالدین عینی کتابت کے علاوہ مناولت کو بھی متواتر کی ایک قسم مانتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔"**إشارة إلى كل واحد من: المناولة والكتابة باعتبار المذكور، وقد وردت الإشارة بذلك**"۔(۴۲) یعنی مناولت اور کتابت کی ہر ایک صورت میں سے یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہ متواتر کی ہی ایک قسم ہے، مناولت اور کتابت کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:" مصاحف اس چیز کے سواء کچھ نہیں کہ وہ اسناد صورت اس چیز کا نام ہے کہ لکھی گئی ہے عثمان کی طرف سے نہ کہ اصل ثبوت قرآن میں کہ وہ متواتر ہے ایک روایت میں یہ کہ عبداللہ کے پاس ایک خط آیا تو اس نے کہا کہ نظر کر اس خط میں جو اس میں کسی چیز کو پہنچانے اس کو رہنے دو اور جو نہ پہچانو اس کو مٹا دو یہ ایک مثال مناولت کی ہے (۴۳)۔ قرآن کی قرات میں ترجیع اور الحان ایک اہم عنصر ہیں، ترجیع یا الحان کی کس حد تک اجازت ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ کے مطابق آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم نے خود بھی قرات میں ترجیع کی۔ چنانچہ امام بخاری

لکھتے ہیں: "حدثنا معاوية بن قرة عن عبدالله بن مغفل قال قرأ النبی صلي الله عليه وسلم يوم فتح مكة سورة الفتح فرجع فيها"(۴۴) معاویہ بن قرہ عبد اللہ بن مغفل سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن سورۃ الفتح پڑھی اور اس میں ترجیع کی۔ ترجیع کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی ارشاد فرماتے ہیں: " ای رد صوته بالقرأة وقد اورده في التوحيد من طريق اخري لفظ كيف ترجيعه قال: ثلاث قرأت"(۴۵) اسی بات کو علامہ ابن حجر عسقلانی یوں بیان کرتے ہیں: "حضور صل اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عمر کا مواخذہ کیا اور نہ ہی ہشام کی تکذیب کی بلکہ ہشام کو اس کی قرأت پر اس کو یہی کیا اور حضرت عمر کو افکار میں معذور رکھا گویا کہ یہ بیان محبت ہے کہ دونوں قراتیں جائز ہیں۔(۴۶) اور اس بارے میں علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: "قوله على سبعة أحرف أى على سبعة لغات هى أفصح اللغات، فقيل الحرف الإعراب يقال فلان يقرأ بحرف عاصم اي بالوجه الذي اختاره من الإعراب"(۴۷)

علم اعجاز القرآن:

قرآن حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک معجزہ ہے اور اسی قرآن کا سب سے بڑا وصف اعجاز ہی ہے، ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا جاتا تھا اور حضور کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے۔ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: "ليس نبى الا قد اعطاه الله من المعجزات الشىء الذى صفته انه اذا شوهد اضبط الشاهدالى الايمان له"(۴۸) کوئی نبی ایسا نہیں جس کو اللہ نے کوئی معجزہ عطاء نہ کیا ہو اور معجزہ اس نبی کی صفت ہوتا ہے جب اسی صفت کی وجہ سے ایمان کی گواہی دی جاتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے علاوہ بھی کافی معجزے عطاء کیے گئے لیکن ان سب معجزوں میں سے عظیم معجزہ قرآن تھا۔ علامہ بدر الدین عینی ارشاد فرماتے ہیں: "ومعجزة الرسول صلى الله عليه وسلم لم تكن منحصرة فى القرآن، وانما المراد انه اعظم معجزاته و افيدها فانه يشتمل على الدعوة والحضة وينفع به الحاضرو الغائب الى يوم القيامة"(۴۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس میں منحصر نہیں کہ صرف قرآن ہی معجزہ ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ عظیم معجزہ ہے علامہ ابن حجر عسقلانی نے وجوہ اعجاز القرآن کو بیان کیا اور ان میں چار وجوہات کو ترجیح دی جبکہ علامہ بدر الدین عینی نے وجوہ اعجاز القرآن کو بیان نہیں کیا بلکہ قرآن معجزہ کیسے ہے اور حضور کے ساتھ اس کو خاص کرنے میں کیا حکمت عملی ہے، اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کا اعجاز جیسے اس کی ترتیب، کلام کا منظم ہونا سے ظاہر ہوتا ہے جس نظم و نثر کا علم البلاغت کے اصولوں کے مطابق ہونا لیکن اہل عرب کے کلام کی بلاغت کے خلاف ہونا ہے۔ بالکل اسی طرح اس کے الفاظ میں بھی اعجاز ہے کہ قرآن

مجید نے ایسے الفاظ چنے جو واضح الفاظ سے ہٹ کر تھے اور کلام میں ایسی چاشنی ڈال دی کہ قاری اور سامع دونوں کو محو حیرت کر دیتی ہے۔

علم تفسیر القرآن:

لفظ تفسیر باب تفعیل ہے اس کا مادہ فسر ہے چنانچہ الجوہری لکھتے ہیں:" **الفَسْرُ: البيانُ. وقد فَسَرْتُ الشيءَ أفْسِرُهُ فَسْراً. والتَفْسير مثله. واسْتَفْسَرْتُهُ كذا، أي سألته أن يُفَسِّرَهُ لي. والفَسْرُ: نظر الطبيب إلى الماء. وكذلك التَفْسِرَةُ، وأظنُّه مُوَلَّداً. (۵۰)**۔ فسرت الشیٔ کا مطلب ہے، میں نے مفہوم کو خوب واضح کیا۔ تفسیر کے لغوی معنی کے بارے میں علامہ زرکشی بیان کرتے ہیں:"**وَقَالَ آخَرُونَ: هُوَ مَقْلُوبٌ مِنْ سَفَرَ وَمَعْنَاهُ أَيْضًا الْكَشْفُ يُقَالُ: سَفَرَتِ الْمَرْأَةُ سُفُورًا إِذَا أَلْقَتْ خِمَارَهَا عَنْ وَجْهِهَا وَهِيَ سَافِرَةٌ وَأَسْفَرَ الصُّبْحُ أَضَاءَ وَسَافَرَ فُلَانٌ وَ إِنَّمَا بَنَوْهُ عَلَى التَّفْعِيلِ لِأَنَّهُ لِلتَّكْثِيرِ (۵۱)**۔ علامہ بدرالدین عینی تفسیر کا لغوی معنی بیان کرتے ہیں:" **وَالتَّفْسِير مصدر من فسر من بَاب التفعيل وَمَعْنَاهُ اللّغَوِيّ: الْبَيَان، يُقَال: فسَرت الشَّيْء بِالتَّخْفِيفِ وفسَّرته بِالتَّشْدِيدِ: إِذا بَينته(۵۲)** لفظ تفسیر باب تفصیل سے ہے اور فسر کا مصدر ہے اس کا لغوی معنٰی، واضح کرنا جیسے کہا جاتا ہے "**فسرت الشئ**" تخفیف کے ساتھ اور تشدید کے ساتھ "فَسَّرتہ" جب اس کو بیان کیا جائے۔ علامہ بدرالدین عینی تفسیر کا اصطلاحی معنٰی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**ألتفسيرهوالتكثيف عن موالات نظم القرآن**"۔ نظم قرآن کے مدلولات کو واضح کرنا، بیان کرنا تفسیر کہلاتا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی تفسیر کی تعریف کچھ یوں بیان کرتے ہیں:"**والتفسير تفعيل من الفسر وهو البيان تقول فسرت الشئ بالتخفيف أفْسره فَسرا وفسّرتُه بالتشديد افسره تفسيرا إذا بينه وأصل الفسر نظرالطبيب إلى الماء ليعرف العلة (۵۳)** تفسیر فسر سے باب تفعیل ہے جیسے کہا جاتا ہے:"**فسرت الشئ بالتخفيف**" یعنی سین کی تخفیف کے ساتھ اور تشدید کے ساتھ اور فسر کی اصل طبیب کا پانی کی طرف دیکھنا اس کی علّت پہنچانے کے لیے۔ مزید تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں:"**ألتفسير هو بيان المراد باللفظ (۵۴)** تفسیر سے مُراد ایسا بیان ہے جس کی مُراد لفظ ہو جبکہ تفسیر اور تاویل کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**ألتفسير هو بيان المراد باللفظ، والتاويل هو بيان المراد بالمعني وفيل في الفرق بينهما غير ذٰلك(۵۵)** تفسیر سے مراد وہ بیان ہے جس کا تعلق لفظ سے ہو اور تاویل سے مراد ایسا بیان جس کا تعلق معنوی ہو۔ تفسیر کے حوالے سے ایسے مشکل الفاظ کی تفسیر بیان کی جاتی ہے جن کی تفسیر علامہ ابن

حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی سے کی۔ الرحمٰن، الرحیم دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں، جیسے عالم اور علیم ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ الرحمٰن الرحیم لفظ رحمۃ سے مشتق ہیں اور سورۃ فاتحہ میں دونوں کا استعمال بطور عطف ایک دوسرے کے ساتھ ہوا۔ مجازی طور پر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام ہے۔ علامہ بدرالدین عینی نے ان دوالفاظ کی تفسیر درج ذیل الفاظ میں کی ہے۔ الرحمن الرحیم دونوں نام ہیں لطف و کرم کے، ان میں سے ایک آخرت میں کرم ومہربانی مراد ہے اور پس الرحمن ہے اور الرحیم یہ اپنے بندوں پر رزق کے ساتھ لطف و کرم مُراد ہے اور بعض نے کہاالرحمن یہ ساری دُنیا کے لیے رحمت مراد ہے اور الرحیم یہ صرف مؤمنین کے لیے خاص ہے اور بعض نے کہاالرحمن دُنیا کے لیے ہے اور رحیم آخرت کے لیے اور ابن مبارک سے روایت ہے کہ الرحمن تب ہے جب سوال کیا جائے تو دے دے اور الرحیم جب نہ سوال کیا جائے تو پھر بھی دے دے۔(۵۶)

جبکہ اس کے تفسیری اقوال کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:"**الرحمٰن، الرحيم اي شفتان من الرحمة، والرحمة لغة الرقة والانعطاف، وعلى هذا فوصفه تعالى مجاز عن الفان على عباده(۵۷)** الرحمن اور الرحیم دونوں لفظ رحمۃ سے مشتق ہیں اور رحمت کا معنی لغت میں رقت اور انعطاف کا آتا ہے۔ یہ صفت مجازی طور پر اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے ہے اور یہ صفت فعل ہے، صفت ذات نہیں۔ مزید اس کے معنی میں اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:"**واختلف هل الرحمٰن والرحيم بمعنى واحد كالندمان والنديم مجمع بينهما تاكيداًاو بينهما مغارة بحسب المعتلق فهو رحمن الدنيا و رحيم الآخرة لان رحمته في الدنيا تعم المؤمن والكافر وفي الآخرة تخص المؤمن والكافر وفي الآخر تخص المؤمن أو التعاير بجهة أخرى فالرحمن أبلغ لانه تيناول جلائل النعم وأضولها. (۵۸)** تحقیق یہ ہے کہ ان دونوں میں کسی مبالغہ کی جہت متعین کرنے میں اختلاف ہے اور ابن جریر سے عطاء الخراسانی کے طریق سے روایت کی گئی کہ اللہ کے سوا جب کسی کا نام الرحمن ہو یا الرحیم تو یہاں پر توہم کو دور کیا جائے کہ یہ وصف تو صرف اور صرف اللہ رب العزت کا ہے اور ابن مبارک سے روایت ہے کہ الرحمن کا مطلب جب سوال کیا جائے تو عطاء کیا اور الرحیم جب نہ بھی سوال کیا جائے تو عطا کیا جائے اور مبرہ سے روایت ہے کہ الرحمن عبرانی زبان کا لفظ ہے، الرحیم عربی زبان کا لفظ ہے، لیکن عبرانی زبان میں یہ خاء معجمہ کے ساتھ پایا گیا ہے۔

علم احکام القرآن:

علم احکام القرآن بہت وسیع فن ہے، جس میں آیات مقدسہ کے ذریعے احکام کو مستنبط کیا جاتا ہے اور مسائل کا استشہاد آیات مقدسہ سے کیا جاتا ہے، تو گویا کہ احکام کو آیات سے ثابت کرنا یا کسی آیت مقدسہ سے کوئی حکم معلوم کرنا احکام القرآن کہا جاتا ہے کسی بھی چیز کو حرام قرار دینے کے حکم کو بھی حکمت سے اُتارا اور اس کو حرام کرنے کا حکم بھی تدریجاً نازل کیا۔ مثلاً شراب کی حرمت کا حکم، دفعتاً حرام قرار نہیں دی بلکہ اس میں حکمت سے کام لیا گیا اور لوگوں کی طبیعت کے مطابق اس کو تدریجاً حرام قرار دیا گیا تاکہ لوگوں کو کوئی دقت نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید اسلامی فقہ کے مسائل کی اساس ہے اور قرآن شرعی احکام کے اصول و قوانین بیان کر دیتا ہے اور اس کی تفصیل ہمیں حدیث، اقوال صحابہ، اقوال تابعین اور بقت عرب سے معلوم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر کسی حکم کی تفصیل صحیح حدیث میں نہ ملے تو فقہاء اس پر اپنی رائے کسی نہ کسی حدیث، اقوال صحابہ سے قائم کرتے ہیں، جس کی وجہ سے بظاہر فقہی اختلاف ہو جاتا ہے۔ حسن اور احسن کا فرق ضرور ہوتا ہے لیکن اس وقت کے زمانے میں وہ قول احسن کے درجے پر یہی ہوتا ہے۔ آئمہ فقہاء و مجتہدین نے ہزاروں مسائل کا استنباط فرمایا، اسی وجہ سے انسانی بساط کے مطابق ممنوع شاقہ کے باوجود ان میں فقہی اختلاف بھی نظر آیا۔ اختلاف اصل حکم شرعی میں نہیں بلکہ ادائے حکم شرعی میں ہو تارہا ہے۔ اسی وجہ سے کچھ احکام شرعی میں علامہ بدر الدین عینی (حنفی) اور کچھ علامہ ابن حجر عسلقانی (شافعی) **رحمهم الله عليهم** کا اختلاف بھی ہمیں نظر آتا ہے۔ ذیل میں کچھ اہم شرعی مسائل کو بیان کیا جاتا ہے جو علامہ عینی اور ابن حجر عسقلانی نے اپنی اپنی کتاب عمدۃ القاری اور فتح الباری میں بیان کئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "**يآايها الذين امنوا اذا قمتم الى الصلوة فأغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا برؤسكم وارجلكم**(۵۹) اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوں تو اپنے چہرے کو دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ اس مذکورہ بالا آیت مقدسہ میں رب کائنات نے ایک مکمل حکم شرعی بیان کر دیا جو کہ وضو کے بارے میں تھا اور قرآن میں مکمل حکم صرف اور صرف وضو کا بیان ہوا ہے اور باقی احکام کو اتنی تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ مذکورہ بالا آیت وضو کو واجب قرار دیتی ہے اور وضو میں جو فقہی اختلافات ہے، اس کو درج ذیل میں بیان کیا جاتا ہے: اس آیت کے ماتحت علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ یہ آیت مقدسہ وضو کے ایجاب کو بیان کرتی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "**كان رسول الله اذا اجنب اواهرق الماء انما نكلمه فلا يكلمنا ونسلم عليه خلا يرد علينا حتى نزلت (يآايها الذين امنوا اذا قمتم الى الصلوة) فذل هذالحديث على ان الآية نزلت فى ايجاب الوضوء** "

(٦٠) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حالت جنب میں ہوتے تو ہم نے کلام کیا مگر وہ کلام نہ کرتے اور نہ ہی ہمیں سلام کرتے، پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ پس یہ آیت مقدسہ وضوء کو واجب کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ وامسحو بروسئکم وارجلکم الی الکعبین (٦١) رب کائنات نے آیت وضوء میں ارشاد فرمایا: " وامسحو بروسئکم وارجلکم الی الکعبین "یعنی تم اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کا ٹخنوں تک۔

علم اسلوب وترتیب قرآن:

قرآن پاک کا اسلوب اور ترتیب منفرد اور یگانہ ہے اور یہ اسلوب اپنی نہج میں یگانہ ہے۔ اس کے اسلوب، اعجاز اور فصاحت کا کوئی کلام بھی مقابلہ نہیں کر سکتا شروع شروع میں یہ لفظ اسلوب طرز تحریر میں استعمال ہوتا رہا مگر بعد میں تقریر میں بھی شامل کر دیا گیا۔ بعض کے نزدیک اسلوب میں ذہن اور روح کی کارفرمائی ضروری ہے علامہ ابن حجر عسقلانی قرآن کی موجودہ ترتیب کے حوالے سے سورۃ بقرہ کی ایک آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: ایک روایت کے مطابق حضرت ابن زبیر نے حضرت عثمان بن عفان سے کہا کہ آیت (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا) یعنی جو لوگ مر جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں عورتوں پر لازم ہے کہ اُن پر وصیت کرنا اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک، نہ نکال دینا یعنی اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دوسری آیت نے اس کو منسوخ کر ڈالا یعنی جو آیت میں ہے کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کریں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو یہ جواب دیا کہ میں قرآن کی کوئی چیز اپنی جگہ سے نہ بدلوں گا تو اس میں دلیل ہے کہ اس پر کہ قرآن کی آیتوں کی ترتیب توفیقی ہے یعنی یہ شارع کے حکم سے ہے، اپنی رائے سے نہیں اور شاید عبداللہ بن زبیر کو یہ گمان تھا کہ جس آیت کا حکم منسوخ ہے وہ نہ لکھی جائے، سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ جواب دیا کہ یہ لازم نہیں اور پیروی توقیف کی ہے۔ (٦٢)۔ ترتیب توقیفی کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ابن زبیر سے مراد حضرت زبیر بن العوام ہیں اور عثمان سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں، جب اُنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عورتوں کے خرچ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن کی دوسری آیت نے اس کو منسوخ کر دیا، یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (٦٣) "اتركها مثبتة فِي الْمُصحف" یعنی میں اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں جو قرآن میں ثبت شدہ ہے، تو بس یہ قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کی ترتیب توقیفی ہے۔ گویا کہ علامہ ابن حجر اور علامہ بدرالدین عینی کے نزدیک قرآن کی ترتیب توقیفی ہے۔ قرآن کی تالیف میں ترتیب

سور کو ایک خاص مقام حاصل ہے، جب قرآن پاک کا نزول ہوا تو قرآن کو مختلف صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مختلف اشیاء پر لکھنا شروع کیا سورتوں کو ترتیب دیا گیا تھا۔ اس بارے میں علامہ بدرالدین عینی ارشاد فرماتے ہیں:"وَ أَنه أول مَا نزل من الْقُرْآن الدُّعَاء إِلَى التَّوْحِيد والتبشير للْمُؤْمِنين والمطيعين بِالْجنَّةِ، والإنذار والتخويف للْكَافِرِينَ بالنَّار، فَلَمَّا اطمأنت النُّفُوس على ذَلِك أنزلت الْأَحْكَام" (٦٤)یعنی قرآن میں سے سب سے پہلے توحید کی بلانایعنی دعا الی التوحید نازل ہوئی، پھر مؤمنین کو خوشخبری اور فرمانبرداروں کے لیے جنت اور نافرمانوں کو آگ سے ڈرایا گیااور ان کو اس کا خوف دلایا گیا۔ پھر جب لوگ اس پر مطمئن ہوگئے پھر احکام کو نازل کیا گیا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ترتیب نزول میں توحکمت الهية کی طرف اشارہ ہے، یہ کہ بے شک قرآن میں سے پہلے نازل ہوا، دعا الی التوحید پھر مطیع اور مؤمنین کے لیے جنت کی خوشخبری اور گنہگاروں کے لیے نار کی، جب لوگ اس کے عادی ہوگئے پھر احکام کو نازل کیا گیا۔ گویا کہ نزول قرآن کی ترتیب میں توان عناصر کو ملحوظ خاطر رکھا گیا کہ لوگوں کی طبیعت کے موافق احکام کو اُتارا جائے لیکن نزول کے بعد مصاحف کی ترتیب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضمون کے لحاظ سے ترتیب دی جس کو ترتیب توقیفی کہتے ہیں۔

علم محکم و متشابہ:

محکم کے معنٰی، مستحکم کے ہیں، اس کے لغوی معنی کے بارے میں علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:"احكمت الشئ فاستحكم صار لحكما" (٦٥) میں نے کسی چیز کو مستحکم اور مضبوط کر دیا تو وہ مستحکم اور مضبوط ہوگئی۔ ''كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ''(٦٦) یہ کتاب ایسی ہے جس کی آیتیں محفوظ ہیں اور پھر ان کی تفصیل بھی بیان کر دی گئی ہے، حکمت والے باخبر رب کی طرف سے۔ اس کے علاوہ محکم آیات کو اُمُّ الکتاب بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:''هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ''یعنی یہ آیات اُمُّ الکتاب ہیں، ان کو اُمُّ الکتاب کہا جانا اس حقیقت کی تاکید کرتا ہے، کیونکہ عربی زبان میں اُم سے مراد اصل اور بنیاد ہے اور اگر ماں کو اُمّ کہتے ہیں اس وجہ سے کہ بچوں کی اصل اور اپنی اولاد کی مختلف مشکلات میں پناہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح محکم آیات دوسری متشابہہ آیات اسی لیے ایک ماں کی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان کے ذریعے متشابہہ آیات کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ محکم و متشابہ کی تعریف کے حوالے سے علامہ ابن حجر عسقلانی کچھ یوں رقمطراز ہیں: محکم سے مُراد یہ ہے کہ اس میں کوئی منسوخ نہیں ہوتا اور محکم کا اطلاق متشابہ کی ضد پر کیا جاتا ہے۔ گویا کہ محکم وہ حکم ہوتا ہے جس میں کوئی چیز منسوخ نہیں ہوتی اور

متشابہ یہ محکم کی ضد ہے کہ متشابہ میں ایسا حکم بھی ہو سکتا ہے جس میں منسوخ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک محکم چونکہ حلال و حرام چیزوں کو واضح کرتا ہے کہ محکم آیت سے یا تو حکم حلال کا ہوگا یا حرام کا، اس کے درمیان میں جو بھی ہوگا وہ متشابہ ہوگا۔ مزید محکم اور متشابہ کو کچھ اس طرح واضح کرتے ہیں: کہ اللہ رب العزت کا یہ فرمان کہ اس میں محکم آیات بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ حلال اور حرام سے ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ متشابہ ہے۔ گویا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے محکم اور متشابہ کی تصدیق کرتے ہوئے ان کا فرق بھی بیان کر دیا کہ محکم وہ آیات ہیں کہ جن میں حلال اور حرام کے احکام بیان ہوئے ہوں اور اُن میں کوئی چیز بھی منسوخ نہ ہو، جبکہ متشابہ وہ ہے جن میں حلال اور حرام کے احکام بیان نہ ہوئے ہوں اور ان میں منسوخ کا اطلاق بھی ہو۔ محکم اور متشابہ کی کچھ ایسی ہی تعریف علامہ بدرالدین عینی نے فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "**المحكم وهو الذي لا نسخ فيه ويطلق المحكم على ضد المتشابه في اصطلاح أهل الأصول**"۔(٦٧) محکم وہ ہے جس میں نسخ کا احتمال نہ ہو اور محکم کا اطلاق متشابہ کی ضد پر ہوتا ہے اور اُصولیین کے نزیک متشابہ محکم کی ضد ہے۔ مزید محکم اور متشابہ کا فرق کچھ یوں بیان کرتے ہیں: "**الْمُحكم هُوَ الَّذِي يعرف بِظَاهِر بَيَانه تَأْوِيله وبواضح أدلته بَاطِن مَعْنَاهُ، والمتشابه هُوَ الْمُشْتَرك بَين الْمُجْمل والمؤول**"۔ (٦٨) محکم وہ ہے جو اپنے بیان ظاہری اور تاویل سے جس کی معرفت ہو جائے اور واضح ادلہ سے اس سے باطنی معنی معلوم ہو جائیں اور متشابہ وہ مجمل اور مؤول کے درمیان ایک قدر مشترک ہے۔

ان معانی کے علاوہ بھی علامہ بدرالدین عینی نے مختلف آئمہ کے نزدیک محکم و متشابہ کے جو مطالب بیان ہوئے ہیں، ان کو بھی درج کیا ہے۔ متشابہات پر چونکہ محکم کا اطلاق نہیں ہوتا اسی لیے فتنہ پرور لوگ اپنے دین میں گمراہی کا اِرادہ کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ''**وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ**'' (٦٩) ایسے لوگ جو متشابہات کے درپہ ہوتے ہیں وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنے مطالب کے معانی نکالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''**فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ**''۔(٧٠) پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، وہ فتنہ کی تلاش میں مختلف تاویلات کے درپہ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو متشابہ آیتوں کے ذریعے اپنے گمراہ کن نظریات کو پروان دیتے ہیں ان کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی کچھ یوں ارشاد فرماتے ہیں: ''**الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ قال: شك: {فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ} المشتبهات، الباب الذي ضلوا منه**

وبه هلكوا"۔ (۷۱) وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے یا شک ہے تو وہ فتنہ برپا کرنے کے لیے تشابہ کی تلاش میں رہتے ہیں جس سے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیںآیات تشابہات کی تاویل اللہ اور راسخین فی العلم جانتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ''**وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ**''۔ (۷۲) کہ آیت تشابہات کی تاویل اللہ اور راسخین علم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور **راسخین فی العلم** ہی کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ قرآن میں **احکمت آیاته** اور **هن امُّ الكتاب** کے فرمان کی وجہ سے لگتا ہے کہ قرآن سارے کا سارا محکم ہے اور **كتابًا متشابها** کی آیت کی وجہ سے لگتا ہے کہ قرآن تشابہہ ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے لوگوں نے دعویٰ کیا کہ قرآن سارے کا سارا محکم ہے اور کچھ نے کہا کہ قرآن سارے کا سارا تشابہ ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن کا بعض محکم ہے اور بعض تشابہ۔ اس سلسلے میں علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی رائے کا اظہار کچھ یوں فرماتے ہیں:"**الْمُرَادَ بِالْإِحْكَامِ فِي قَوْلِهِ أُحْكِمَتْ الْإِتْقَانُ فِي النَّظْمِ وَأَنَّ كُلَّهَا حَقٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَالْمُرَادُ بِالْمُتَشَابِهِ كَوْنُهُ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي حُسْنِ السِّيَاقِ وَالنَّظْمِ**"۔ (۷۳) کہ مراد اس قول باری احکمت سے **الاتقان في النظم** ہے اور یہ بے شک سارے کا سارا اللہ کی طرف سے حق ہے اور مراد تشابہ سے یہ ہے کہ اس کا بعض بعض سے حسن سیاق و نظم میں مشتبہ ہے اور اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ سامع پر اس کا معنی مشتبہ ہے۔

علم ناسخ و منسوخ:

لفظ نسخ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے، مثلاً ازالہ کرنا، مٹا دینا، زائل کرنا یا نقل کرنا وغیرہ۔ ناسخ مادہ نسخ سے اسم فاعل ہے اور منسوخ اسم مفعول ہے۔ نسخ کا معنی (نقل) بیان کرتے ہوئے صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:**نسخ الشيءَ ينسَخُه نَسْخاً و انتسَخَه واستنسَخَه اكتتبه عن معارضه التهذيب النَّسْخ اكتتابك كتاباً عن كتاب حرفاً بحرف والأَصل نُسخةٌ والمكتوب عنه نُسخة لأَنه قام مقامه والكاتب ناسخ ومنتسخ** (۷۴) آیت نسخ کے بارے میں حضرت ابی بن کعب کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جو چیز حضور ﷺ کے منہ مبارک سے سیکھتے تھے، اُس کو چھوڑتے نہ تھے، اگرچہ کوئی غیر بھی ان کو خبر دیتا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے، کیونکہ جب وہ کوئی بھی آیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے تو ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ درست ہے اور کوئی غیر ان کو منسوخیت کے بارے میں بتلاتا تو وہ یقین نہ کرتے تھے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:"**وكان أبي بن كعب لا يرجع عما حفظه من القرآن الذي تلقاه عن رسول الله صلى الله عليه و سلم ولو أخبره غيره أن تلاوته نسخت لأنه إذا سمع ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم حصل عنده القطع**

به فلا يزول عنه بأخبار غيره أن تلاوته نسخت وقد استدل عليه عمر بالآية الدالة على النسخ وهو من أوضح الاستدلال في ذلك"۔(۷۵) علامہ بدرالدین فرماتے ہیں:"وَكَانَ أبي لَا يسلم نسح بعض الْقُرْآن، وَقَالَ: لَا أترك الْقُرْآن الَّذِي أَخَذته من فَم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لأجل نَاسخ، وَاسْتدلَّ عمر، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، بِالْآيَةِ الدَّالَّة على النّسخ" (۷۶) ابی بن کعب بعض قرآن کو منسوخ نہیں تسلیم کرتے تھے اور کہتے کہ میں قرآن کو ترک نہیں کرتا جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تو جب تک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس ناسخ کو بھی نہ لے لوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی کہ یہ آیت نسخ پر دال ہے قرآن یکبارگی کیوں نہ اُتارا۔ اس حوالے سے علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:"وكان إنزاله مفرقا لينفصل الناسخ من المنسوخ أولى من إنزالهما معا" (۷۷) قرآن مجید کا انزال متفرق اس لیے کیا گیا تاکہ ناسخ و منسوخ کو تفصیل سے بیان کرے، یہ بہتر تھا اس سے کہ اس کا نزول اکٹھے ہی کر دیا جاتا۔

علامہ بدرالدین عینی نے مندرجہ ذیل نسخ کی اقسام کو بیان کیا ہے: (۱)نسخ الحكم والتلاوة جميعا. (۲)نسخ الحكم دون والتلاوة. (۳)نسخ التلاوة دون الحكم. (۴)نسخ وصف الحكم.'وَالرَّابِع: نسخ وصف الحكم، وَهُوَ أَيْضا مثل الزِّيَادَة على النَّص، وَهُوَ نسخ عندنَا، وَعند الشَّافِعِي هُوَ بِمَنْزِلَة تَخْصِيص الْعَام، حَتَّى جوز ذَلِك بِالْقِيَاسِ وبخبر الْوَاحِد، وَقَول هَذَا الْقَائِل: النّسخ رفع الحكم، لَيْسَ على إطْلَاقه، لِأَن النّسخ من قبيل بَيَان التبديل"(۷۸) نسخ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں :۔وَلَيْسَ مَعْنَاهُ النّسخ الَّذين بدل مَكَانَهُ خِلَافه، لِأَن الْخَبَر لَا يدْخلهُ نسخ، وَالْقُرْآن رُبمَا نسخ لَفظه، وَبَقِي حكمه مثل: (الشَّيْخ وَالشَّيْخَة إِذا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ) وَمعنى النّسخ هُنَا أَنه أسقط لَفظه من التِّلَاوَة. (۷۹) نسخ کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کی جگہ کو بدل دیا جائے کیونکہ خبر نسخ کو شامل نہیں اور قرآن بعض اوقات لفظ کو منسوخ کر دیتا ہے اور حکم کو باقی رکھتا ہے جس کی مثال (الشَّيْخ وَالشَّيْخَة إِذا زَنَيَا) فارجموهما یہاں پر نسخ سے مراد بھی یہی ہے کہ اس کے الفاظ کو ساقط کر دیا گیا اور حکم کو باقی رکھا گیا۔ بعض اوقات کئی آیت بظاہر منسوخ نظر آ رہی ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ منسوخ نہیں بلکہ مخصوص ہوتی ہے اس کی مثال قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ ''۔(۸۰) ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ قرآن میں بعض مقامات ایسے ہیں کہ بظاہر وہ نسخ لگتا ہے لیکن حقیقت میں وہ نسخ نہیں ہوتا بلکہ تخصیص ہوتی ہے جیسے (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا) اور (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ) ان دو آیتوں کے بارے میں علامہ

ابن حجر عسقلانی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ ان دونوں آیتوں کے محل کبھی ایک بتلاتے تھے اور کبھی مختلف محل بتاتے تھے، اسی واسطے کبھی ایک کو منسوخ بتلاتے تھے لیکن ان دونوں کلاموں میں تطبیق کرنا ممکن ہے کہ دونوں کلاموں میں جو سورۃ فرقان کی آیت میں عموم ہے وہ اس سے مسلمان کے قتل کو جان بوجھ کر کرنا اس کے ساتھ خاص ہے اور یہی وجہ ہے کچھ سلف تخصیص کو نسخ بول دیتے تھے، وہ فرماتے ہیں:"عباس كان تارة يجعل الآيتين في محل واحد فلذلك يجزم بنسخ إحداهما وتارة يجعل محلهما مختلفا"۔ (۸۱) حدیث کے ساتھ قرآن پر زیادتی جائز ہے یا نہیں؟ یا حدیث قرآن کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں شوافع اور احناف کا اختلاف ہے جس کا ذکر فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے کیا ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ کیا مدعی ایک گواہ اور اس کی قسم کے ساتھ کوئی بھی حکم کرنا جائز ہے؟ اس سلسلے میں فتح الباری میں ایک بحث مذکور ہوئی ہے۔

علم سجود القرآن:

سجود القرآن سے مُراد قرآن پاک میں مذکور وہ آیات ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ ان آیات پر سجدہ کرنا تو سبھی کے نزدیک متفق علیہ فعل ہے مگر ان کے واجب یا سنت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بہر حال امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے وہ مقامات چودہ ہیں جن آیات میں سجدہ تلاوت مذکور ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی نے اس موضوع پر چند مگر کارآمد ابحاث بیان کی ہیں، جن میں سجدہ تلاوت کی حیثیت، ان کی تعداد، اختلاف سجود القرآن وغیرہ شامل ہیں۔ ذیل میں ہم فتح الباری اور عمدۃ القاری میں جو ابحاث سجود القرآن کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں، ان کو بالتفصیل بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک اختلاف تعداد سجدہ تلاوت میں شوافع اور احناف کا بڑا اختلاف ہے۔ شوافع اور احناف دونوں اس چیز کو تسلیم کرتے ہیں کہ سجدہ تلاوت کی تعداد چودہ ہے لیکن اختلاف سورۃ الحج اور ص کے سجدوں کا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ سورۃ الحج کے دوسرے سجدے کو تلاوت سجدہ نہیں مانتے بلکہ سورۃ ص کے سجدہ کو سجدہ تلاوت مانتے ہیں جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ سورۃ ص کے سجدے کو سجدہ شکر مانتے ہیں اور سورۃ الحج کے دوسرے سجدہ کو سجدہ تلاوت مانتے ہیں۔ تعداد سجود القرآن کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"اخْتلفُوا فِي عدد سُجُود الْقُرْآن على اثْنَي عشر قولا: الأول: مَذْهَبنَا أَنَّهَا: أَربع عشرَة سَجْدَة."۔(۸۲) علامہ بدرالدین عینی

کے نزدیک تعداد سجدہ تلاوت میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ان کا اپنا مذہب تو یہ ہے کہ وہ چودہ سجدہ تلاوت کے قائل ہیں جو درج ذیل ہیں:

آئمہ کرام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ سجدہ تلاوت سنت ہے یا واجب؟ امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی کے نزدیک بھی اس کی حیثیت میں اختلاف ہے۔ درج ذیل دو اصحاب کا مؤقف بیان کیا جاتا ہے: علامہ ابن حجر عسقلانی سجدہ تلاوت کے واجب یا سنت ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں: ”اس میں اختلاف ہے کہ تلاوت کے سجدے سنت ہیں یا واجب، سو جمہور علماء کے نزدیک یہ سجدے سنت ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سجدے تلاوت کے واجب ہیں لیکن ان کے ثبوت میں کسی کو اختلاف نہیں کہ سجدہ تلاوت سنت ہے۔ پڑھنے والے کے حق میں بھی اور سننے والے کے حق میں بھی اور اگر دونوں نماز کے باہر ہوں تو سننے والے کو سجدہ میں پڑھنے والی کی پیروی کرنا ضروری ہے بلکہ خواہ اپنے سر کو پہلے اُٹھادے یا خواہ اس سے پیچھے دیر تک سجدے میں رہے۔ ہر طور سے جائز ہے۔“(۸۳) گویا کہ ابن حجر عسقلانی نے سجدہ تلاوت کو سنت قرار دیا ہے جبکہ علامہ بدرالدین عینی سجدہ تلاوت کی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں: ”أَن سَجْدَة التِّلَاوَة أسنة أم وَاجِبَة؟ فَذهب أَبُو حنيفَة إِلَى وُجُوبهَا على التَّالِي وَالسَّامِع، سَوَاء قصد سَماع الْقُرْآن، أَو لم يقْصد“۔ (۸۴) یہ کہ سجدہ تلاوت سنت ہے یا واجب، پس امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر واجب ہے۔ قرآن کو سننے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ گویا کہ علامہ بدرالدین عینی اپنا مذہب و مسلک تلاوت سجدہ کے احکام پر بتا رہے ہیں کہ سننے کا اِرادہ ہو یا نہ ہو دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ سجدہ تلاوت کے حکم کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ”جمہور علماء کے نزیک کوئی سجدہ تلاوت کا واجب نہیں اور جو احادیث میں تاکید آئی ہے اس سے مراد عزیمت کی تاکید ہے، وجوب میں اس لیے بعض مستحبات کی بعض سے زیادہ تاکید ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو یہ سجدہ تلاوت سجدہ شکر ہے اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ واجب ہے لیکن مجرّد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ ایک بار کا فعل ہے کیونکہ دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورۃ(ص) منبر پر پڑھی اور فرمایا کہ میں نے صرف تمہاری خاطر سجدہ کیا ہے کہ تم کو سجدے کے لیے مستعد دیکھا، پس یہ حدیث سب تاویلوں کو باطل کرتی ہے۔“(۸۵) علامہ بدرالدین عینی تلاوت سجدہ کے وجوب کے قائل ہیں۔ مزید دلائل وجوب تلاوت سجدہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اس کا قول کہ جس نے سجدہ کیا پس وہ سنت کو پہنچ گیا اور لفظ سنت کا جب اطلاق ہو تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی سجود کی جگہ پر سجدہ کیا، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ سنت

مؤکدہ ہے اور واجب اور سنت مؤکدہ میں کوئی فرق نہیں۔ پس اس قول میں ان کی اس دلیل کی نفی ہو گئی جس میں وجوب کی نفی کی گئی ہے جو حدیث عمر میں بیان کی۔ پس تجھے چاہیے کہ اس پر غور کرو۔(۸۶)وجوب کے حق میں اور نفی وجوب والوں کی دلیل کے خلاف علامہ بدرالدین عینی مزید فرماتے ہیں:"**قَوْله: (فَلَا إِثْم عَلَيْهِ) . قَالُوا: هَذَا دَلِيل صَرِيح فِي عدم الْوُجُوب، وَقَالَ الْكرْمَانِي: وَهَذَا كَانَ بِمحضر من الصَّحَابَة وَلم يُنكر عَلَيْهِ، وَكَانَ إِجْمَاعًا سكوتيا على ذَلِك. قلت: هَذِه إِشَارَة إِلَى أَنه لَا إِثْم عَلَيْهِ فِي تَأْخِيره من ذَلِك الْوَقْت.**"۔(۸۷)اور ان کا قول کہ (کوئی گناہ نہیں)وہ کہتے ہیں کہ یہ عدم وجوب پر دلیل صریح ہے اور کرمانی نے کہا کہ وہاں موجود کسی صحابی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا، تو یہ اجماع سکوتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اس وقت اس کے تاخیر کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک بے وضو سجدہ تلاوت کرنا جائز ہے کیونکہ حدیث کے مطابق جب سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے تو یہ عادۃ بعید معلوم ہوتی ہے کہ سب باوضو ہوں بلکہ ضرور ان میں سے کوئی بغیر وضو بھی لازمی ہو گا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو منع نہیں کیا۔ اس لیے بغیر وضو سجدہ تلاوت جائز ہے، وہ فرماتے ہیں:"**و أقره النبي صلى الله عليه و سلم على ذلك استدل بذلك على جواز السجود بلا وضوء**"۔ (۸۸)بے وضو سجدہ تلاوت ادا کرنے کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:"**روى الْبَيْهَقِيّ بِإِسْنَاد صَحِيح عَن اللَّيْث عَن نَافِع (عَن ابْن عمر، رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُمَا، قَالَ: لَا يسْجد الرجل إلاّ وَهُوَ طَاهِر) . قلت: وفْق بَينهمَا بِأَن حمل قَوْله: (طَاهِر) ، على الطَّهَارَة الْكُبْرَى، أَويكون هَذَا على حَالَة الِاخْتِيَار، وَذَلِكَ على حَالَة الضَّرُورَة**"۔ (۸۹)پس اگر میں کہوں کہ بیہقی نے اسناد صحیح کے ساتھ لیث سے لیث نے نافع سے روایت کی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مرد سجدہ نہ کرے مگر وہ جو پاک ہو، میں کہتا ہوں ان دونوں میں توفیق پیدا کی جائے گی۔ یہ کہ اس کا قول (طاہر) کو محمول کیا جائے گا، طہارت کبریٰ وہ یہ کہ حالت اختیار میں ہو یا پھر وہ حالت ضرورت میں ہو۔ لیکن اس کے رد کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "**لم يوافق بن عمر أحد على جواز السجود بلا وضوء**"۔(۹۰) کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مؤقف کے مطابق کہ بلاوضوء سجدہ کرنا جائز ہے، اس کے موافق کوئی بھی نہیں ہیں۔ سورۃ ص کے سجدے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:"**عن بن عباس مرفوعا سجدها داود توبة ونحن نسجدها شكرا فاستدل الشافعي بقوله شكرا على أنه لا يسجد فيها في الصلاة لأن سجود الشاكر لا يشرع داخل الصلاة**"۔(۹۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے

(داؤد توبه) پر سجدہ کیا اور کہا کہ ہم نے سجدہ شکر ادا کیا ہے۔ امام شافعی نے (شکراً) کے قول سے یہ استدلال کیا کہ نماز میں سجدہ نہیں کیا کیونکہ سجدہ شکر داخل صلاۃ جائز نہیں۔ مزید علامہ ابن حجر عسقلانی احناف کارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو احناف نے دلیل پکڑی کہ سورہ ص کا سجدہ داخل صلاۃ جائز ہے، اس کے جواب میں فرماتے ہیں:"**واستدل بعض الحنفية من مشروعية السجود عند قوله وخر راكعا و أناب بأن الركوع عندها ينوب عن السجود**"۔ (۹۲) اور بعض حنیفہ نے جو اس سجدے کی مشروعیت کے بارے میں استدلال کیا، وہ (**خر راكعاو اناب**) کی وجہ سے کیا حالانکہ وہ رکوع ہے جو سجود سے زیادہ قریب ہے۔ سورہ ص کے اس سجدے کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی کا مؤقف یہی ہے کہ یہ سجدہ تلاوت ہے اور واجب ہے۔ نماز کے اندر اس کو ادا کرنا جائز ہے۔ وہ امام شافعی کے مؤقف جو اس سجدہ کو سجدہ شکر تسلیم کرتی ہے۔

خلاصہ:

مباحث علوم قرآن کا تحقیق و تجزیاتی مطالعہ پر تحقیق کرنا وہ بھی فتح الباری اور عمدۃ القاری کی روشنی میں یہ کام کافی زیادہ مشکل ہے کیونکہ بخاری کی شروحات ہونے کے ناطے یہ شروحات حدیث ہیں لیکن یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری میں جگہ جگہ علوم قرآنیہ کو بیان کیا گیا جسے ان کتابوں میں اپنے اپنے مسلک کی فقہی مباحث کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ لیکن علوم القرآن کی مباحث کو جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں کیونکہ ان میں باقاعدہ کوئی ابواب سوائے کتاب التفسیر کے اور کوئی باب علوم القرآن پر نہیں باندھا گیا اس کے باوجود ان کتابوں میں علوم قرآن کی ۱۴ قسم کی ابحاث کو تلاش کیا جاسکتا ہے جو اس آرٹیکل میں بھی بیان کی گئیں ہیں۔ کیونکہ یہ مباحث پوشیدہ طور پر زیادہ موجود ہیں ان کتابوں میں شان نزول، ناسخ و منسوخ اور علم تجوید قرأت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ وہ ابحاث جن پر علم التفسیر میں مختلف مفسرین نے قرآن فہمی کے لے قلم اٹھایا وہ اعراب اور لغات القرآن ہیں جن پر علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی نے قدرے گہرائی سے قلم اٹھایا ہے کیونکہ علوم قرآن کی دونوں قسمیں جو آیات اور دوسری الفاظ سے ظاہر ہوتی ہیں دونوں ان کتابوں میں تفصیل سے بیان ہوتی ہیں ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا کہ دونوں علماء جو بظاہر انکی موافقت شارح حدیث کی ہے۔ وہ علوم قرآن پر کیسی کیسی ابحاث کرتے ہیں تاکہ جدید محققین کے لیے مشعل راہ ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مصادرومراجع

۱۔ آلِ عمران۳:۱۳۹

۲۔ الجامع الصحیح، مسلم بن حجاج، کتاب فضیلۃ حافظ قرآن، دارالجیل، بیروت، لبان، س۔ن، حدیث۱۸۹۶، ۲/۱۹۴

۳۔ فتح الباری، ابنِ حجر، عسقلانی، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحۃ الکتاب، مکتبہ دارالفیحا، للطباعۃ والنشر والتوزیغ، دمشق، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷م، حدیث ۴۶۲۲، ۱۳/۲۱۸

۴۔ عمدۃ القاری، عینی بدرالدین، کتاب فضائل القرآن، باب النزول السکینۃ والملائکہ عندہ قرآ القرآن، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹م، ۱۰/۲۴

۵۔ فتح الباری، ۹/۶۶

۶۔ عمدۃ القاری:۱۰/۲۹

۷۔ مجموعۃ الفتاویٰ، ابنِ تیمیہ، مجمع الملک فہد للطباعۃ المصحف الشریف، المدینۃ النبویۃ، السعودیۃ، ۱۴۱۸ھ، ۱۳/۳۳۹

۸۔ الاحزاب:۳۳:۵۹

۹۔ فتح الباری:۱/۳۲۷

۱۰۔ عمدۃ القاری:۱/۲۳۸

۱۱۔ الحجرات:۴۹/۱

۱۲۔ عمدۃ القاری:۸/۶۶

۱۳۔ فیض الباری، مترجم فتح الباری، سیالکوٹی، ابوالحسن، مکتبہ اصحاب الحدیث، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹م، ۶/۷۵۹

۱۴۔ یونس:۱۰:۱۵

۱۵۔ فتح الباری:۱/۳۱

۱۶۔ فتح الباری:۹/۳۴

۱۷۔ تفسیر المنار، رشید رضا، الھئیۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، مصر، ۱۹۹۰م، ۱۱/۱۷۹

۱۸۔ فتح الباری:۱/۱۳

۱۹۔ فتح الباری:۱/۲۴

۲۰۔ عمدۃ القاری:۱/۴

۲۱۔ فتح الباری:۱/۳۷

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ فتح الباری:۱/۲۷۰

۲۴۔ عمدۃ القاری:۱/۲۸۱

۲۵۔ عمدۃ القاری:۱/۲۷۴

۲۶۔ فتح الباری:۱/۱۱

۲۷۔ فتح الباری:۱/۵۳

۲۸۔ فتح الباری:۹/۸

۲۹۔ عمدۃ القاری:۸/۲۴۶

۳۰۔ عمدۃ القاری:۱/۲۳

۳۱۔ مقدمہ ابنِ خلدون، عبدالرحمن، نفیس اکیڈیمی، اردو بازار کراچی، س ن، ۴۸۰

۳۲۔ الاسراء:۱۷:۸۵

۳۳۔ عمدۃ القاری:۱/۲۵

۳۴۔ فتح الباری:۷/۵۴۲

۳۵۔ عمدۃ القاری:۷/۵۹۳

۳۶۔ عمدۃ القاری:۹/۲۰۳

۳۷۔ الاحقاف:۴۶:۲۸

۳۸۔ زرکشی، بدرالدین، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القرآن، داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسیٰ البابی، بیروت، لبنان، ۱۹۵۷م، ۲/۱۳۱

۳۹۔ فتح الباری:۱۱/۴۱

۴۰۔ عمدۃ القاری:۱/۸۱

۴۱۔ عمدۃ القاری:۱/۸۶

۴۲۔ عمدۃ القاری:۱/۲۶

۴۳۔ فتح الباری:۱/۲۴۸

۴۴۔ الجامع الصحیح، بخاری، کتاب فضائل القرآن، حدیث۴۸۳۵، ۳/۲۹۳

۴۵۔ فتح الباری:۱۲/۲۸۵

۴۶۔ فتح الباری:۱۲/۳۸۰

۴۷۔ عمدۃ القاری:۱۲/۹۱

۴۸۔ عمدۃ القاری:۱۰/۱۷۶

۴۹۔ عمدۃالقاری:۱۰/۲۲۰
۵۰۔ الجوہری، الصحاح اللغۃ وصحاح العربیۃ، ۲/۱۸۱
۵۱۔ زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ۳۹۴
۵۲۔ عمدۃالقاری:۹/۷۹
۵۳۔ فتح الباری:۸/۱۹۴
۵۴۔ ایضاً
۵۵۔ ایضاً
۵۶۔ عمدۃالقاری:۹/۷۹
۵۷۔ فتح الباری:۸/۱۹۴
۵۸۔ فتح الباری:۸/۱۹۵
۵۹۔ المائدہ:۵:۶
۶۰۔ عمدۃالقاری:۱/۲۳۰
۶۱۔ المائدہ:۵:۶
۶۲۔ فتح الباری:۸/۲۴۱
۶۳۔ عمدۃالقاری:۹/۱۲۸
۶۴۔ عمدۃالقاری:۱۰/۲۲
۶۵۔ لسان العرب، ابنِ منظور، محمد بن مکرم، دار صادر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۲/۱۴۳
۶۶۔ ھود:۱۱:۱
۶۷۔ عمدۃالقاری:۱۰/۵۰
۶۸۔ عمدۃالقاری:۱۰/۵۲
۶۹۔ یونس:۱۰:۱۰۰
۷۰۔ آلِ عمران:۳:۷
۷۱۔ فتح الباری:۷/۱۰۳
۷۲۔ آلِ عمران:۳:۷
۷۳۔ فتح الباری:۲/۲۱۳
۷۴۔ لسان العرب:۳/۴۳
۷۵۔ فتح الباری:۹/۴۸
۷۶۔ عمدۃالقاری:۷/۹۵
۷۷۔ فتح الباری:۹/۱۲
۷۸۔ عمدۃالقاری:۷/۲۴۴
۷۹۔ ایضاً
۸۰۔ التوبہ:۹:۳۸
۸۱۔ فتح الباری:۸/۴۲۹
۸۲۔ عمدۃالقاری:۴/۹۶
۸۳۔ فتح الباری:۲/۱۱۷
۸۴۔ عمدۃالقاری:۴/۹۶
۸۵۔ فتح الباری:۳/۱۷
۸۶۔ عمدۃالقاری:۴/۱۰۹
۸۷۔ ایضاً
۸۸۔ فتح الباری:۲/۱۵۷
۸۹۔ عمدۃالقاری:۶/۹۹
۹۰۔ فتح الباری:۲/۱۵۷
۹۱۔ فتح الباری:۲/۱۳۷
۹۲۔ ایضاً

1. Ibne taimiya,maujm alfatawa,majmau almalak fahad almashaf alshareef,Madina, nabwiya,saudiya.p 13/339
2. Alahzab: 59:33
3. ibne hajar, Fathulbari., kitab alfazail aluqran,bab fazal fatihatulkitab,maktaba,darulfiha,1997, p337/1
4. Aini, Umdatulqari,kitabul fazail alquran,darulfikar bairout ,labnan ,p 238/1
5. Alhujarat:1/49
6. Umdatulqari,p 66/8
7. Abul Hassan,sialkoto,Faizulbari,mutrajjam fathulbari,,maktaba,ashabulhadithLahore.2009,p 589/6
8. Yonus: 15:10
9. Fatulbari,31/1
10. Fathulbari,34/9

11. Rasheed raza ,Tafseer mannar,Miser ,1990,p 179/11
12. Fathulbari,13/1
13. Fathulbari,24/1
14. Undatulqari,4/2
15. Fathulbari,37/1
16. Fathulbari,270/1
17. Umdatulqari.281/1
18. Umdatulqari,274/1
19. Fathulbari,11/1
20. Fathulbari,53/1
21. Fathulbari,9/8
22. Umdatulqari.246/8
23. Zarkashi.badrudin,alburhan fe uloom ul alquran.bairoot ,Labenan 1987,p 131/2
24. Fathulbari 41/11
25. Umdatulqari:81/1
26. Umdatulqari 84/1
27. Umdatuilqari 24/1
28. Fathulbari,248/1
29. Muhammad Bin Ismail,Aljami sahi,kitabul fazail quran,hadith 4893,p293/3
30. Fathulbari,285/12
31. Fathulbari.380/12
32. Umdatulqari,91/12
33. Umdatulqari,172/10
34. Umdatulqari,220/10
35. Aljouhari, alsihahallughat. p181/2
36. Zarkashi.alburhan fe uloom alquran, p394
37. Umdatulqari.79/9
38. Fathulbari.194/8
39. Umdatulqari.79/9
40. Fathulbari.194/8
41. Fathulbari,195/8

42. Almaidah: 5:6
43. Umdatulqari.230/1
44. Almaidah: 5:6
45. ibne manzoor ,Lisan alarab., Muhammad bin mukarram.dar sadir,Labnan.p143/12
46. Hood.11:1
47. Umdatulqari.50/10
48. Umdatulqari.52/10
49. Younas: 10:100
50. Al imran: 3:7
51. Fathulbari: 103:7
52. Al imran: 3:7
53. Fathulbari:213/2
54. Lisan al arab,43/3
55. Fathulbari:48/9
56. Umdatulqari:95/7
57. Fathulbari:12/9
58. Umdatulqari:244/7
59. Al touba: 38:9
60. Fathulbari,429/8